عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة

(کشف الخفاء للعجلونی)

حضرت

حکیم الامت

رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت مولانا سیّد محمد غیاث الدین صاحب مظاہری الہ آبادی

بانی وصدر دار العلوم مرکز اسلامی وفلاحی العباد ٹرسٹ الہ آباد

ناشر

مکتبہ الاشرف

دار العلوم مرکز اسلامی ۱/۱۴ اے ۴۸۵، راجہ پور الہ آباد

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة
(کشف الخفاء للعجلونی)

حضرت
رحمۃ اللہ علیہ
حکیم الامت

مرتبہ

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری الٰہ آبادی
بانی وصدر دارالعلوم مرکز اسلامی وفلاح العباد ٹرسٹ الٰہ آباد

ناشر
مکتبہ الاشرف
دارالعلوم مرکز اسلامی ۴/۱ے ۵۴۸، راجہ پور الٰہ آباد

تفصیلات

نام کتاب..... حضرت حکیم الامتؒ

مرتبہ .... حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری الہ آبادی

کمپوزنگ..... مکتبہ الاشرف، آزادنگر کرامت کی چوکی، کریلی الہ آباد

دارالعلوم مرکز اسلامی ۴/اے ۵۴۸، راجہ پور (اونچوا) الہ آباد۔

چوتھا ایڈیشن: محرم الحرام ۱۴۴۲ھ / ستمبر ۲۰۲۰ء

تعداد: ۱۱۰۰

ناشر............... مکتبہ الاشرف

دارالعلوم مرکز اسلامی ۴/اے ۵۴۸، راجہ پور الہ آباد

ملنے کے پتے۔

☆ مکتبہ الاشرف، آزادنگر کرامت کی چوکی، کریلی الہ آبادی۔

☆ جاوید نیر بکسیلر، ۵۶۔ نخاس کہنہ، الہ آباد، یوپی۔

تحریر گرامی

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خاں صاحب شروانی جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اجل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

رسالہ پہنچا، بعض طلبائے افریقہ وغیرہ بعد چھٹی دوپہر کو آیا کرتے ہیں، ان کو کہیں کہیں سے سنایا۔ تحریر کا انداز خوب ہے۔ خدا کرے کہ استفاضہ اصحاب مطالعہ کو خوب ہو، اللہ تعالیٰ برکات سے نوازیں۔

والسلام

تقریظ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مجاز

مصلح الامت حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی

نور اللہ مرقدہ

باسمہ سبحانہ

حکیم الامت ، مجدد الملت ، اشرف العلماء زبدۃ الاولیاء ، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی ذات والا صفات ایک مستقل شمع ہدایت ، مشعل راہ سنت ، متعدد کمالات ظاہری و معنوی کی جامع اور درحقیقت ''آیة مِنْ آیاتِ اللّٰہ'' تھی۔

حضرت مولانا کی سوانح عمری حضرت نور اللہ مرقدہ کی زندگی ہی میں ''اشرف السوانح'' کے نام سے اور بعد وفات کے ''سیرت اشرف'' کے نام سے قدرے مفصل شائع ہو چکی ہے۔

اول الذکر بوجہ اپنے مخصوص انداز بیان اور ترتیب ، عوام سے زیادہ خواص ہی کے لئے مفید رہی اور ثانی الذکر پاکستان میں چھپی اور

بوجہ ضخامت اور صعب الحصول ہونے کے ہندوستان میں عام نہ ہوسکی۔ ضرورت تھی کہ حضرت مولاناؒ جیسے جامع کمالات کے سیرت کے ہر پہلو سے عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ روشناس کرایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

ہمارے مدرسہ ''جامعہ فاروقیہ'' میں بزرگان دین کی سیرتوں کو پڑھانے کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ جماعت دیوبندیہ کے اور بزرگوں کی بچوں کے لئے لکھی ہوئی مطبوعات تو مل جاتی ہیں لیکن افسوس کہ جماعت کے اس گل سرسبد کی سیرت میں کوئی کتاب نہیں مل سکی۔

لہٰذا میں نے اپنے عزیز شاگرد اور دوست مولانا مولوی سید محمد غیاث الدین سے گذارش کی کہ وہ حضرت تھانویؒ کے حالات میں سلیس اور سہل زبان میں بچوں کے لئے ایک کتاب لکھیں۔ مجھے انتہائی مسرت ہے کہ عزیز موصوف نے ایک نہایت ہی مختصر سادہ اور عمدہ کتاب تیار کردی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ سے زیادہ نافع بناویں۔ آمین

احقر العباد محمد فاروق عفی عنہ۔ اتراؤں۔ الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یہ رسالہ ”حکیم الامت رحؒ“ ایک مختصر سوانحی اور تعارفی رسالہ ہے، جو آج سے تقریباً پینتالیس سال پہلے لکھا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مقبولیت عطا فرمائی اور یہ کئی بار طبع ہوا۔ مگر کافی عرصہ سے نایاب ہو چکا تھا، حالانکہ اب بہ نسبت پہلے کے اپنے اکابر اور بزرگوں کے حالات اور ان کی مساعی اور جدوجہد سے نئی نسل کو واقف کرانا زیادہ اہم اور ضروری ہو گیا ہے۔ چنانچہ بعض احباب خصوصاً عزیزان گرامی پروفیسر ڈاکٹر فرحان احمد اور فیضان احمد حفظہما اللہ تعالیٰ وعافاہما کی خواہش اور اصرار پر اب اس کو کمپوزنگ اور نظر ثانی کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔

احقر کی فرمائش پر برخوردار عزیزم مولوی حافظ سید محمد راشد (ایم ، اے) سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خوبصورت طباعت اور اشاعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائیں، ان کے مقاصد حسنہ میں بامراد فرمائیں اور مزید توفیقات خیر سے مدام نوازتے رہیں۔ (آمین)

۲۴ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ ۔ ۱۳ ستمبر ۲۰۲۰ء ۔ اتوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضلع مظفر نگر میں ایک پرانا قصبہ تھانہ بھون ہے، جب ہندوستان میں صدیقی، فاروقی، عثمانی وغیرہ خاندان آ کر آباد ہوئے تو فاروقیوں کا ایک گھرانہ اسی قصبہ میں آباد ہو گیا، تم نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام سنا ہو گا یہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے صحابی اور دوسرے خلیفہ تھے، اُنھیں کی اولاد فاروقی کہلاتی ہے۔ جب فاروقی خاندان تھانہ بھون میں آباد ہو گیا تو ان کو یہ سرزمین بہت پسند آئی اور یہیں وہ ہمیشہ کے لئے رہ پڑے، اُن کی اولاد خوب پھولی پھلی اور اُن میں بہت اچھے اور نیک لوگ ہوئے جنھوں نے لوگوں کو سچائی اور بھلائی کی تعلیم دی اور بتایا کہ انسان کی کامیابی صرف اس بات میں ہے کہ وہ خدا کو ایک مانے اور ایک جانے اور اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی یہی راستہ بتائے، انہوں نے بتایا کہ جو انسان غلط راستہ اختیار کرتا ہے، لوگوں کو

دھوکہ دیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، کسی کو تکلیف دیتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں اور دنیا میں بھی لوگ اُسے برا سمجھتے ہیں۔

اِسی فاروقی خاندان میں ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ گزرے ہیں اِس وقت اُنھیں کا حال ہم تم کو سنانا چاہتے ہیں اِن بزرگ کا نام نامی حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحبؒ ہے۔آپ کے والدین کو کسی وجہ سے اولاد سے مایوسی ہوگئی تھی، اُس زمانے میں ایک بزرگ تھے حافظ غلام مرتضٰی صاحب پانی پتیؒ مجذوب، بہت اللہ والے بزرگ تھے،آپ کی نانی صاحبہ نے اُنھیں بزرگ سے دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اولاد عطا فرمائیں، اُن بزرگ نے بطور پیشین گوئی کے فرمایا کہ اِس لڑکی سے دو لڑکے پیدا ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام ''اشرف علی'' رکھنا اور دوسرے کا نام ''اکبر علی''، دونوں لڑکے بڑے قسمت والے ہوں گے،ایک لڑکا میرا ہوگا وہ مولوی ہوگا، حافظ ہوگا، دوسرا دنیا دار ہوگا۔

جو لوگ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے لَو لگائے رہتے ہیں تو

اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ کوئی بات کہہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس کو پورا بھی فرما دیتے ہیں، چنانچہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب جو بڑے اللہ والے اور خدا پرست تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کی پیشین گوئی کو حرف بحرف پورا فرمایا اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو بدھ کے روز صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ دادھیال والوں نے ''عبدالغنی'' نام رکھا لیکن ''اشرف علی'' جو ایک بزرگ کا رکھا ہوا نام تھا مشہور ہوا اور ایسا مشہور ہوا کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ افریقہ، یوروپ اور عرب تک یہ نام شہرت پا گیا اور اب اِن ملکوں میں بھی یہ نام بہت ادب اور احترام سے لیا جاتا ہے۔

جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب کچھ بڑے ہوئے تو پڑھنے کے لئے اُستاد کے سامنے بٹھائے گئے اور دس سال کی عمر میں قرآن شریف کے حافظ بن گئے۔ پھر فارسی شروع کی اور فارسی کی بڑی بڑی اور مشکل کتابیں اپنے ماموں سے پڑھیں جن کا نام شیخ واجد علی تھا یہ فارسی کے

بہت بڑے اُستاد تھے، عربی کی چھوٹی کتابیں آپ نے تھانہ بھون کے ایک بہت بڑے عالم اور اللہ والے بزرگ مولانا فتح محمدؒ صاحب سے پڑھیں، پھر مدرسہ دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں کے بڑے بڑے عالموں سے تعلیم حاصل کی اور اپنی ذہانت اور نیکی کے وجہ سے اپنے اُستاذوں کی آنکھوں کے تارے بن گئے۔ آپ اپنے اُستاذوں کا بہت ادب کرتے تھے، ان کا کہنا مانتے تھے ان کی نافرمانی نہیں کرتے تھے۔ پڑھنے سے جی نہیں چراتے تھے، جب ہی تو سب اُستاذ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ اور آپ سے بہت محبت کرتے تھے، دیوبند میں آپ کے اُستاذ یہ حضرات تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ۔

دیوبند کا مدرسہ بھی کیا عجیب مدرسہ ہے گویا ایک آسمان ہے جس میں ہزاروں ستارے جگمگا رہے ہیں اور ساری دنیا کو منور اور روشن کئے ہوئے ہیں، تارے بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی۔ یہ مدرسہ گویا ایک باغ ہے جس میں طرح طرح کے اور قسم قسم

کے پھول کھلے ہوئے ہیں جن سے گردوپیش کی فضا معطر اور خوشبودار ہے۔ بعض پھول ایسے ہیں جن کی وجہ سے باغ کی شہرت دور دور پھیل جاتی ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ بھی دیوبند کے مدرسہ کے ایک ایسے ہی درخشاں ستارے تھے جن کی وجہ سے مدرسہ دیوبند کی شہرت میں چار چاند لگ گئے اور ایک ایسے ہی مہکنے والے پھول تھے کہ جس سے چار دانگ عالم کی فضا معطر اور خوشبودار ہورہی ہے۔ اور جس سے دین وسنت کا چمن خوب خوب سرسبز وشاداب ہوا اور خوب پھولا پھلا۔

جب آپ ۱۳۰۱ھ میں دیوبند سے فارغ ہوگئے تو آپ کے اساتذہ نے کانپور والوں کی درخواست پر آپ کو کانپور بھیج دیا۔ آپ وہاں جاکر ایک طرف تو مدرسہ میں بیٹھ کر طالبان علم کی پیاس بجھانے لگے اور دوسری طرف وعظ وتقریر کے ذریعہ عام مسلمانوں کو دین کی سچی اور اچھی بات بتانے میں مصروف ہوگئے جس سے کانپور میں دین کا بہت چرچا ہوا۔ اور لوگ جوق درجوق دین کی طرف آنے لگے، آپ کانپور میں

۱۳۱۵ھ تک قیام پذیر رہے یعنی تقریباً ۱۵ سال آپ نے کانپور میں مستقل طور پر دین اور علم کی خدمت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن کئے ہوئے چراغ سے چراغ جلاتے رہے۔

آپ جب دیوبند میں پڑھتے تھے تو ایک بار حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وہاں تشریف لائے آپ نے بیعت کے لئے درخواست کی مگر حضرت نے طالب علمی میں اس کو مناسب نہ سمجھا اور انکار فرمادیا اور اس کے کچھ ہی دنوں بعد جب حضرت گنگوہیؒ حج کو تشریف لے جانے لگے تو آپ نے خود مولانا ہی کے ذریعہ ان کے اور اپنے اساتذہ کے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی خدمت میں عریضہ گزرانا کہ "آپ مولانا سے فرمادیں کہ مجھے بیعت کرلیں" نجانے دونوں بزرگوں میں کیا راز ونیاز رہا کہ اُس کے جواب میں حضرت حاجی صاحبؒ نے خود ہی بیعت فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دومرتبہ حج کی دولت سے نوازا، جب آپ دوسری مرتبہ حج کے لئے گئے تو آپ اپنے شیخ ومرشد حضرت حاجی

صاحب کے پاس مکہ معظّمہ میں ٹھہر گئے اور چھ مہینے تک قیام پذیر رہے۔ حاجی صاحب آپ سے بہت محبت فرماتے تھے اور آپ کو بھی اپنے شیخ سے بے انتہاء محبت تھی چنانچہ اس چھ مہینے میں آپ نے حضرت حاجی صاحب سے بہت کچھ فیض حاصل کیا اور وہ وہ حاصل کیا جس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ بھی حضرت حاجی صاحب سے مرید تھے، وہ حضرت مولانا تھانویؒ سے فرمایا کرتے تھے کہ "ہم نے حاجی صاحب کا کچا پھل پایا اور بھائی تم نے پکا پھل پایا اور کامیاب ہوئے" آپ اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے مشورہ کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرتے تھے کئی مرتبہ آپ کی طبیعت کانپور سے اُکتائی لیکن حاجی صاحبؒ نے منع فرمادیا کہ ابھی یہیں رہو چنانچہ آپ وہیں رکے رہے۔

آخر کار ایک موقعہ پر جب حاجی صاحبؒ کا ایماء تھانہ بھون قیام کے بارے میں آپ کو معلوم ہو گیا اور ۱۳۱۵ھ میں پھر آپ کانپور سے دل برداشتہ ہوئے تو مستقل طور پر وہاں

سے تھانہ بھون تشریف لے گئے، جس سے حاجی صاحب بہت خوش ہوئے۔ وہاں آپ نے شیخ کی صحیح جانشینی کا حق ادا فرمادیا اور اس طرح خانقاہ کو آباد کیا کہ ہزاروں بندگان خدا نے فیض حاصل کیا اور حکیم الامت کی رہنمائی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کی۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دین پر پڑے ہوئے بدعات وخرافات کے تہہ بہ تہہ پردوں کو ہٹا کر اُس کو اصلی شکل وصورت میں پیش کیا اور سنت و بدعت کو اس طرح واضح کردیا کہ دودھ اور پانی الگ الگ ہو گیا اور کھرے کھوٹے کی ملاوٹ ختم ہوگئی اسی واسطے آپ کو اپنی صدی کا مجدد کہا جاتا ہے یعنی جو دین پر لوگوں کے بدعات وخرافات کے ڈالے ہوئے پردوں کو ہٹا کر نئے سرے سے اصلی دین پیش کرے۔

پیارے بچو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دین وشریعت لے کر تشریف لائے اور جو پیغام ہم تک پہنچایا اگر تم غور کرو تو اِس کے دو حصے پاؤ گے، ایک حصہ تو وہ ہے جو ظاہر

سے تعلق رکھتا ہے یعنی شریعت کے وہ احکام جو انسان کی ظاہری
حالت پر عائد کیے گئے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عقائد
وایمان اور حلال وحرام وغیرہ۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے جو باطن
سے تعلق رکھتا ہے یعنی انسان کے اندر دل میں جو کیفیت پیدا
ہوتی ہے اس کو سنوارنے سدھارنے والے احکام مثلاً حسد،
بغض، کینہ، ریاکاری غصہ، حرص، تکبر وغیرہ کے احکام۔ تو اب
تم سمجھ گئے ہوگے کہ شریعت کے دو جز ہیں، ایک ظاہر اور ایک
باطن، اور درحقیقت دونوں ایک ہی ہیں کہ بغیر ظاہر کے باطن
نہیں پایا جاتا اور بغیر باطن کے ظاہر نہیں ملتا، چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کے ان دونوں حصوں کی تبلیغ
فرمائی ہے لہٰذا سنت کا کامل متبع اور پیروکار وہی شخص ہوسکتا ہے
جو کامل شریعت یعنی ظاہر وباطن دونوں کو شریعت اور دین سمجھے
اور اسی کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے۔

حضرات صحابہ کرام کی تو یہ شان تھی کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے اُدھر ایک نظر پیغمبرانہ ڈالی اور اِدھر وہ ظاہر
وباطن دونوں کی دولتوں سے مالا مال ہوگئے، لیکن جب یہ

مبارک دور ختم ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس دنیا سے جا چکے تو اب امت نے تبلیغ کی ذمہ داری یوں سنبھالی کہ آپس میں کام کا بٹوارہ کرلیا، ایک جماعت نے تو ظاہر کو لیا اور ایک جماعت نے باطن کو، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ظاہر والے باطن سے یا باطن والے ظاہر سے عاری یا خالی تھے۔ نہیں، بلکہ وہ دونوں کے جامع ہوتے تھے، کیونکہ شریعت اِن دونوں کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ کسی ایک کا۔ بات یہ تھی کہ تبلیغ واشاعت کے سلسلہ میں کام بانٹ لیا گیا تھا کہ ہم ظاہر کی خدمت کریں گے۔ فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ کی تعلیم دیں گے اور وہ باطن کا تزکیہ اور اس کی صفائی کریں گے کہ لوگوں سے برے اخلاق دور کریں گے، اور اچھے اخلاق سے انھیں سنواریں گے۔ لیکن کچھ دن بعد جب جہالت نے اپنے قدم بڑھائے تو جاہلوں نے ''شریعت'' کو اس کے ظاہری حصہ کے ساتھ خاص کر دیا، اور شریعت کے باطنی حصے کو اُس سے خارج کر کے یہ کہنے لگے کہ اس کا تعلق شریعت سے کچھ بھی نہیں ہے بلکہ یہ طریقت ہے جو ایک دوسری ہی چیز ہے جس کا شریعت

سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی نہیں، بلکہ اِن جاہلوں نے شریعت کے ظاہری حصہ کا (جو در حقیقت شریعت کا ایک حصہ ہے پوری شریعت نہیں اور جس کو انہوں نے پوری شریعت کا نام دے دیا تھا) مذاق تک اڑانا شروع کردیا اور یہ کہنے لگے کہ ہم تو طریقت کے راہ پر چلنے والے ہیں ہم سے شریعت کا کیا تعلق؟ ہم اِس قید و بند سے آزاد ہیں۔ خدا کی پناہ!

جب حالت ایسی بری ہوگئی تو آخر رحمت حق جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ایک مجدد کو پیدا فرمایا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے شروع میں ایک ایسا شخص پیدا فرماتے ہیں جو دین میں پیدا شدہ خرابیوں کو درست کرتا ہے اور پھر دین کو نیا کر کے اُس کے اصلی خد و خال میں امت کے سامنے پیش کرتا ہے۔ دراصل مجدد اس سو سال میں حقیقت کے چہرے پر پڑے ہوئے پردوں اور غباروں کو ہٹا کر اور صاف کر کے اُس کی اصلی اور صحیح صورت میں دین حق کو واضح اور نمایاں کرتا ہے۔

اس صدی میں اصلاح امت کے لئے جو شخص مجدد بنایا

گیا وہ ہے ذات گرامی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ کی جن کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ مدت سے شریعت اور نام نہاد طریقت کے درمیان حائل دیوار کو آپ نے گرادیا بلکہ جڑ سے اکھاڑ دیا، آپ نے اپنی تقریروں، وعظوں اور کتابوں، باہمی تذکروں کے ذریعہ یہ ثابت کردیا کہ شریعت اور طریقت دونوں ایک ہیں کوئی الگ شئے نہیں، شریعت ایک سایہ دار درخت ہے، ظاہر و باطن جس کی دو شاخیں ہے اُس کی ایک شاخ باطن کا نام طریقت رکھ کر شریعت کو الگ کیا جارہا ہے۔

یہ کام اس شان سے آپ نے انجام دیا کہ آج شاید تم کو ایک فرد بھی ایسا نہ ملے گا جو شریعت و طریقت کو جدا حقیقت بتلائے اور اُس پر اَڑ جائے۔ بے شک حکیم الامتؒ کا یہ وہ کارنامہ ہے جو نہ صرف آپ کے مجدد ہونے کا ثبوت ہے بلکہ آپ کو دوسرے اکابر علماء سے امتیاز و خصوصیت بخشتا ہے، کیا خوب کہا ہے حضرت مولانا محمد فاروق صاحب جذبی اترانوی نے۔

ہے جام شرع اِک کف میں تو اِک میں عشق کا سنداں
وہ باہم کھیلتا ہے جام و سنداں سے بآسانی

یہ شعر در حقیقت ترجمہ ہے کسی عارف کے اس شعر کا ۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام وسندان باختن

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی بہت بڑے عالم تھے جن کی شہرت ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان کے باہر بھی تھی اور بڑے ہی اللہ والے تھے وہ مولانا تھانوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اصلاح امت کی کوشش میں علمی، عملی زندگی کے ہر گوشہ پر اُن کی نظر تھی بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں سے لے کر مَردوں تک، جاہلوں سے لے کر عالموں تک، فاسقوں سے لے کر صوفیوں تک، درویشوں، زاہدوں تک غریبوں سے لے کر امیروں، اُستادوں اور مدرسوں تک، غرض ہر صنف امت اور ہر جماعت کے کاموں تک ان کی نظر دوڑی ۔ پیدائش، شادی بیاہ، غمی اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر اُن کی نگاہ پڑی اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا کھوٹا الگ کیا اور رسوم و بدعات اور مفاسد کے ہر

روڑے اور پتھر کو صراط مستقیم سے ہٹا دیا۔ تبلیغ، تعلیم، سیاست، معاشرت، معاملات، اخلاق، عبادات اور عقائد میں جہاں بھی دین خالص کی نظر میں کوتاہی نظر آئی اس کی اصلاح کی۔ فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق اپنے جانتے پورا سامان مہیا کر دیا اور خصوصیت کے ساتھ اس فن احسان وسلوک کی جس کا مشہور نام تصوف ہے تجدید کی" چند سطر اور لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: "ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے ایک گوشہ میں ایک دور بیں، زندہ دل، مرد درویش بیٹھا ہوا مسلمانوں کے سارے احوال اور اُن کی زندگی کے ہر شعبہ پر نظر ڈال کر حق وباطل، نیک وبد، صحیح وغلط کے درمیان تفرقہ کی لکیر بنانے میں مصروف تھا۔

اس کے سامنے دین کی صحیح تمثال تھی اور اس کو دیکھ دیکھ کر موجودہ مسلمانوں کی زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں غلطیاں تھیں وہ اُن کے درست کرنے میں مشغول تھا، اُس نے پوری زندگی اس میں صرف کی کہ مسلم کی تصویر حیات اِس شبیہہ کے مطابق بنادے جو دین حق کے مرقع میں نظر آتی ہے"

یہی وجہ ہے کہ حکیم الامت نے اللہ کے دین کے پھیلانے کی خاطر ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ میں سفر کیا اور ہر جگہ اپنے وعظ وتقریر کے ذریعہ سے جن میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تاثیر رکھی تھی لوگوں میں دین کی لگن پیدا فرمادی، آپ کے وعظ میں یہ اثر تھا کہ خواہ کیسا ہی آدمی کیوں نہ ہو اثر لئے بغیر نہیں رہتا تھا، بڑے سے بڑا مخالف بھی آپ کا وعظ سن کر اثر لیتا تھا اور دین پر چلنے کے لئے آمادہ وتیار ہوجاتا تھا۔ آپ کے چار پانچ سو وعظ چھپ بھی چکے ہیں، خدا توفیق دے اور تم ان کو پڑھو تو تم کو محسوس ہوگا کہ کسی اللہ والے کے دل کی آواز ہے جو تمہارے دل میں بھی اترتی جارہی ہے سچ ہے

ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

آپ کے وعظ میں ایسے لوگ بھی بکثرت شریک ہوتے تھے جو اللہ کے پیارے دین اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے اور ایسے لوگ بھی آپ کا وعظ سنتے تھے جو رسم وبدعت ہی کو اصل دین سمجھتے تھے لیکن جب حضرت

کا وعظ سن کر اٹھتے تو دین پر اعتراض کرنے والوں کے سارے اعتراض کافور ہو جاتے تھے اور رسم و بدعت کی ساری پوٹلی شیطان کا جال معلوم ہوتی تھی پھر وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے طریقے پر زندگی بھر چلنے کا عہد کر کے اٹھتے تھے کیونکہ ان کو حضرت تھانوی کے وعظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی مِل جاتی تھی۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے۔

وہ دولت لے کے اٹھتے تھے جو تیرا وعظ سنتے تھے
بغیر ساز و نغمہ وجد میں سر اپنا دھنتے تھے

آپ کے دل میں دین کی تبلیغ اور اشاعت کی ایسی تڑپ اور لگن تھی کہ ہمہ وقت بس اسی میں محو رہتے اور کیوں نہ ہو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں" دیکھو، جب کوئی شخص اس دنیا سے انتقال کر جاتا ہے تو اس کے پاس جو کچھ مال و دولت کھیتی باڑی ہوتی ہے اُس سب کے مالک اُس کے گھر والے ہوتے ہیں اور اُس کی اولاد ہوتی ہے بس یہی لوگ جو آدمی کے مرنے کے بعد اُس کے مال

ودولت اور کھیتی باڑی کے مالک بنتے ہیں اُس کے وارث کہلاتے ہیں۔اب تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ وارث کو وہی کچھ ملتا ہے جو مرنے والا چھوڑ کر جائے اگر روپیہ چھوڑ کر جائے، تو روپیہ ملے گا اور اگر کھیتی باڑی چھوڑ کر مرے تو کھیتی باڑی ملے گی۔اب ہم تم کو بتاتے ہیں کہ نبی اور رسول کیا چھوڑ کر اس دنیا سے رحلت فرماتے ہیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ نبی اور رسول اس دنیا میں اپنے وارثوں کے لئے مال ودولت، کھیتی باڑی چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ وہ علم چھوڑ کر جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو عطا ہوتا ہے اسی واسطے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں"۔

اب تم خود سمجھو کہ جب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین پھیلانے کی خاطر اتنی تکلیفیں سہیں مصیبتیں جھیلیں لیکن پھر بھی اُنہوں نے سچی بات پھیلانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تو جو عالم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوگا بھلا وہ حق بات کہنے، اللہ کا پیغام پہنچانے میں کیا کچھ لگن اور

تندہی سے کام لے گا۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ بھی ایک زبردست عالم دین اور اللہ والے بزرگ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اور وارث تھے یہی تو بات تھی کہ آنحضرت تھانوی حق بات کہنے سے بڑے سے بڑے آدمی کے سامنے بھی نہیں دبتے تھے اور دین پھیلانے کے لئے اور لوگوں کو نیک بنانے کے لئے ہر وقت ایک دھن میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک طرف تو وعظ وتقریر کہہ کر لوگوں کو سچائی اور ہدایت کا راستہ بتایا اور دوسری طرف آپ نے بہت سی اچھی اچھی کتابیں لکھیں۔

تصنیفات: اچھی کتابیں جن سے مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب فائدہ حاصل کرسکیں اور ایسی کتابیں بھی جو صرف عالموں کے سمجھنے کی تھیں۔ تم نے اپنے گھر والوں کو ''بہشتی زیور'' پڑھتے دیکھا ہوگا' یہ کتاب حضرت حکیم الامتؒ ہی کی لکھی ہوئی ہے جو آپ نے خاص کر عورتوں کے لئے لکھی ہے اسی لئے اس کی زبان بھی عورتوں کے سمجھنے کے لائق سادہ اور سہل ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ''بہشتی زیور'' مردوں کے پڑھنے کی

کتاب نہیں ہے۔ یا اِس میں مردوں کے فائدہ کی بات نہیں ہے۔ ایسا نہیں! بلکہ اس کتاب کو مرد بھی پڑھتے ہیں اور جب کوئی مسئلہ دیکھنا ہوتا ہے تو مدرسہ کے مولوی صاحب ''بہشتی زیور'' ہی میں دیکھا کرتے ہیں۔

چونکہ عورتوں کو زیادہ پڑھنے کا موقعہ نہیں ملتا اور وہ بے چاریاں عالموں سے بھی مسئلہ نہیں معلوم کر سکتیں کیونکہ وہ پردہ میں رہتی ہیں اِس لئے حضرت تھانویؒ نے یہ کتاب خاص کر عورتوں کی زبان میں لکھی تا کہ اس کتاب کو پڑھ کر عورتیں دین کی ضروری باتیں جان لیں۔ اس کتاب میں اچھی اور سچی کہانیاں بھی ہیں جو مزہ دار کی مزہ دار اور مفید کی مفید ہیں۔ ''بہشتی زیور'' میں بہت سی بیماریوں کی دوائیں اور جھاڑ پھونک کے طریقے بھی لکھے ہوئے ہیں غرضیکہ اِس میں ایک مسلمان کی ضرورت کی ساری ہی چیزیں مل جائیں گی۔ جبھی تو ''بہشتی زیور'' ہندوستان کے ہر گاؤں بلکہ ہر گھرانے میں لوگ رکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، لڑکیوں کو جہیز میں دیتے ہیں، مدرسوں میں بچوں بچیوں کو پڑھاتے ہیں بلکہ اب تو ہندی، بنگالی اور

انگریزی زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ ہوگیا ہے اور اس طرح یہ کتاب ہندوستان کے باہر افریقہ اور یوروپ میں بھی پہنچ گئی ہے اور وہاں کے لوگ بھی اس سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کتاب حکیم الامتؒ کا ایک بڑا کارنامہ اور بڑی کرامت ہے۔

آپ نے دیکھا کہ مسلمان صحیح اسلامی زندگی گزارنے کے طریقے سے ناواقف ہیں تو آپ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "حیات المسلمین" ہے یعنی وہ کتاب جو مسلمانوں کو اسلامی زندگی گزارنے کا طریقہ بتائے، درحقیقت یہ کتاب اردو حدیث شریف کی ایک بہترین اور بڑی اچھی کتاب ہے جس میں آپ نے اسلام کی وہ تعلیمات بیان فرمائی ہیں جن پر مسلمانوں کی زندگی کا دارومدار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں نقل فرما کر اُن کا مطلب بہت آسان کر کے بتایا ہے تاکہ ہر آدمی آسانی سے سمجھ کر اس پر عمل کر سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر زندگی گزار سکے، یہ بڑی اچھی کتاب ہے جس کو پڑھ کر ایک سچے پکے دین دار اور عاشقِ

رسول مسلمان کی تصویر سامنے آجاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے
کہ ایک کلمہ پڑھنے والا مسلمان کس طرح زندگی گزار کر دین
و دنیا کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرسکتا
ہے۔ ''حیات المسلمین'' بھی بہت سے مدرسوں میں بچوں،
بچیوں کو پڑھائی جاتی ہے۔ اگر تمہارے مدرسہ میں نہ پڑھائی
جاتی ہو تو تم اپنے ابو جان سے کہہ کر کسی کتب خانہ سے منگوا کر
ضرور پڑھو اور اپنے ابو جان اور امی جان کو بھی پڑھ کر سناؤ اور
اگر ہو سکے تو اپنے محلہ کی مسجد میں نماز کے بعد نمازیوں کو سنایا
کرو اِس سے تم کو بھی ثواب ملے گا اور جو لوگ سن کر اس پر عمل
کریں گے اُن کی بھی دنیا و آخرت سنور جائے گی۔

آپ نے دیکھا کہ مسلمان راہ سنت سے ہٹ گئے
ہیں اور اُن کی زندگی سنت کے خلاف گذر رہی ہے تو آپ نے
ایک کتاب لکھی جس کا نام ''تعلیم الدین'' ہے جس میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ
بتایا گیا ہے جس پر عمل کر کے آدمی اپنی زندگی کو نورانی بنا سکتا
ہے۔ اِسی طرح سے جب آپ نے دیکھا کہ مسلمان آپس کے

رہن سہن میں ایک دوسرے کی تکلیف اور اذیت کی پرواہ نہیں کرتے اور دین کی بتائی ہوئی حدوں سے گذر جاتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ گویا یہ دین کی کوئی بات ہی نہیں تو آپ نے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی جس کا نام ''آداب معاشرت'' ہے اور اِس میں آپس میں زندگی گذارنے کے اصول بڑے سہل طرز سے جمع فرمادیئے کہ جس کو ہر چھوٹا بڑا اور عالم وجاہل سمجھ سکتا ہے اور اس پر چل کر اپنی زندگی آرام اور راحت سے بسر کرسکتا ہے۔ دراصل آپ نے اِس کتاب میں دریا کو کوزہ میں بند فرمادیا ہے۔ اب اسی طرح سے آپ نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام ''جزاء الاعمال'' ہے اس میں اچھے برے اعمال اور ان کی جزا وسزا کا حال بیان فرمایا ہے۔ نیک کاموں سے جو خیر وبرکت دنیا وآخرت میں ہوتی ہے اور گناہوں کی وجہ سے جو نقصان اور گھاٹا دونوں جہان میں اُٹھانا پڑتا ہے اُن کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کے اندر نیک کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو اور برائیوں سے نفرت ہو۔ گناہوں سے ڈریں اور اللہ کی نافرمانی نہ کریں۔ اسی طرح آپ نے

ایک کتاب ''فروع الایمان'' تصنیف فرمائی جس میں ایمان کے بہتر شعبوں اور شاخوں کو بیان فرمایا ہے۔ گویا یہ کتاب ایمان کامل کی کسوٹی ہے جس پر ہر شخص اپنے ایمان کو پرکھ سکتا ہے اور اپنے کو مومن کامل بنا سکتا ہے۔

اِن کے علاوہ بھی حضرت تھانویؒ نے سینکڑوں کتابیں لکھی جو ہر چھوٹے بڑے عالم اور عامی، مرد وعورت، بچے اور بوڑھے کے لئے راہ ہدایت کی شمع بنی ہوئی ہیں۔

پیارے بچو، یہ بات یاد رکھنا کہ یہ جو تم بزرگوں اور عالموں کے حالات پڑھتے اور سنتے ہو اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم صرف اُن کے وطن، خاندان اور واقعات کے متعلق معلومات حاصل کرلو اور بس۔ نہیں، بلکہ ان کے حالات پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ تم ان کی زندگی سے سبق حاصل کرو اور اُن کی تعلیمات اور تجربات اُن کی کہی ہوئی باتوں اور اُن کی لکھی ہوئی کتابوں سے پورا پورا فائدہ حاصل کرو اور اُن کی زندگی کے حالات پر غور کرو اور اسی طرح خود بھی بننے کی کوشش کرو۔ تم یہ سوچو کہ تمہاری ہی طرح سے وہ بھی ایک دن

چھوٹے سے بچے تھے اور پھر انھیں بزرگوں عالموں کے ہم عصر بھی بہت سے بچے تھے لیکن ایک یہ ہوئے کہ جنھوں نے نام پیدا کیا، خود اللہ کے دین پر چلے اور دوسروں کو بھی چلایا اور آخرت میں نیک نامی لے کر گئے۔ یہی نہیں، بلکہ آج ہم اُن کے حالات لکھتے اور پڑھتے ہیں تا کہ اُن کی یاد تازہ کریں اور اُن کی تعلیمات اور ہدایات سے فائدہ اُٹھائیں اور انھیں بزرگوں کے دوسرے ایک اور ہمجولی تھے جن کا نام بھی ہم تم نہیں جانتے تو تم بھی ایسے بنوں کہ بڑے ہو کر خود بھی اللہ کے دین پر عمل کرو اور دوسروں کو بھی ہدایت کا راستہ دکھاؤ اور اس طرح بنو کہ اللہ میاں کے بھی پیارے ہو جاؤ اور تمہارے بعد تمہارے بچے آئیں تو وہ بھی اسی طرح سے تمہارے حالات میں کتابیں لکھیں اور پڑھیں اور اُن سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر تم نے بچپن سے آزادی شروع کر دی تو آئندہ بڑے ہو کر تمہیں بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے تمہیں چاہئے کہ ابھی سے امانت دار، راست باز، پاکباز، صوم وصلوٰۃ کے پابند، وقت کے قدرداں اور اللہ ورسول کے تابعدار اور فرماں بردار

بنو اور ایسے بنو کہ دوسرے بچے تمہیں دیکھ کر تمہارا ادب کرنے اور تمہارا طریقہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں اور تم اپنے ہم جولیوں کے لئے ایک اچھے ساتھی اور رہبر بن سکو۔

اگر حکیم الامتؒ کی لکھی ہوئی کتابوں اور بیان کئے ہوئے وعظوں کی فہرست پر جن کی مجموعی تعداد ہزار سے بھی بڑھ جاتی ہے نظر کی جائے اور ان کے اوراق کو آپ کے بیاسی سالہ حیات مبارکہ کے ایام پر تقسیم کر دیا جائے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کے تصنیف کئے ہوئے اوراق آپ کے ایام زندگی پر بہت زیادہ فوقیت لے جائیں گے اور تم حیران و متعجب ہو جاؤ گے کہ سبحان اللہ! ایک شخص واحد نے یہ سارے اوراق بیاض کس طرح علوم کے انوار سے روشن اور منور کر ڈالے۔

بات یہ ہے اللہ تعالیٰ جب اپنی کسی بندے سے اپنے دین کی خدمت لینا چاہتے ہیں تو اُس کے زبان و قلم اور اوقات میں ایسی قوت اور برکت عطا فرمادیتے ہیں کہ اس کے کارہائے نمایاں اور کارنامہائے جلیلہ کو دیکھ کر بڑے بڑے عش عش کرنے لگتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اگر کوئی شخص

اپنے اوقات کی پوری نگرانی کرے اور ایک نظام اور پروگرام کے ڈھانچے میں اپنے وقت کو ڈھال کر اپنے کاموں کو ان میں بانٹ دے اور اس پر پوری طرح پابندی کے ساتھ عمل پیرا رہے تو وہی کام جو دوسرے ایک سال میں نہ کر پائیں گے یہ شخص دو مہینے میں انجام دے لے گا۔ چنانچہ حکیم الامتؒ نے اپنے اوقات کا ایک نظام بنا رکھا تھا۔ یہ وقت تصنیف و تالیف کا ہے۔ یہ وقت گھر میں جانے کا ہے۔ یہ وقت احباب و متعلقین سے ملنے کا ہے۔ یہ وقت عبادت الٰہی کا ہ یہ وقت مجلس عام کا ہے ۔ یہ وقت مجلس خاص کا ہے۔ یہ سارے اوقات دربار اشرفی میں نظام کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور اُن پر عمل کرنا آپ کی فطرت بن گئی تھی ۔ اوقات کی پابندی اس طرح آپ کی گھٹی میں پڑ چکی تھی کہ کسی صورت ان میں تغیر اور تبدیلی ممکن نہیں تھی۔

یہ تھانہ بھون کی ''خانقاہ امدادیہ'' ہے حکیم الامت یہاں پر جلوہ افروز ہیں، انوار ہدایت آپ کی ذات گرامی سے اطراف ہند ہی نہیں بلکہ اقصائے عالم میں ضوفشاں ہیں، یہ آج

فلاں نامی گرامی اخبار کے ایڈیٹر صاحب تشریف لا رہے ہیں
یہ فلاں جج صاحب دربار اشرفی میں حاضر ہیں، یہ فلاں نواب
صاحب کی آج آمد ہے، یہ فلاں مولانا صاحب آج تشریف
لا رہے ہیں، یہ آج خود حکیم الامت کے اُستاذِ محترم شیخ الہند
حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ رونق افزاء تھانہ بھون ہیں مگر
واہ رے حکیم الامت کی پابندی وقت کہ کسی صورت میں اور کسی
حال میں اس میں فرق نہیں آتا جو نظام کل تھا وہی آج بھی
ہے۔ایک موقع پر حضرت شیخ الہندؒ کہیں سے تھانہ بھون تشریف
لائے حضرت تھانویؒ استاذِ محترم کی آمد آمد سے خوشی میں نہ
سمائے تھے اُستاذ کے سامنے تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں
تصنیف کا وقت ہوگیا آپ نے بڑی عاجزی کے ساتھ اُستاذ
محترم سے عرض کیا کہ حضرت میں اس وقت کچھ لکھتا ہوں
حضرت شیخ الہند نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی، آپ
گئے اپنے کام میں لگ گئے، تھوڑا سا کام کر کے پھر واپس آ گئے
تاکہ نظام میں خلل نہ ہو، کام کا ناغہ بھی نہ ہو اور استاذ کی
بزرگداشت میں بھی کوئی کمی نہ ہونے پائے۔

پیارے بچو، تم اسی ایک واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ حکیم الامت نوّر اللہ مرقدہ وقت کی کتنی پابندی فرمایا کرتے تھے، یہ اسی کی برکت تھی کہ آج آپ کی دینی خدمت سے دنیائے علم واسلام جگمگا رہی ہے۔ دیکھو ہم لوگ کتنا وقت کھیل کود میں گنوا دیتے ہیں اور محلّہ گاؤں، کھیت وباغ اور دوسری تفریحات میں برباد کردیتے ہیں بلکہ بہت سے بچے تو ناجائز اور حرام کھیل کود میں اپنا سارا کا سارا وقت تباہ وبرباد کردیتے ہیں، کہیں میلہ دیکھ کر اور کہیں تھیٹر اور سنیما دیکھ کر اور کہیں کبوتر بازی میں اور کہیں پتنگ اڑا کر اپنا وقت ضائع اور رائیگاں کرتے ہیں اور اپنی ناسمجھی سے یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ایسے ہی وقت کی ناقدری کرتے رہیں گے تو بڑے ہو کر اُن کی زندگی پلید ہو جائے گی اور پھر پچھتانا پڑے گا لیکن پھر پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت۔

اور یہ بھی نہیں جانتے کہ۔ ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

میر صاحب نے کیا خوب کہا ہے

غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز　　میر اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا

کمالات و معمولات

حضرت حکیم الامتؒ کے کمالات و معمولات اگر تفصیل سے بیان کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی اس لئے ہم یہاں پر آپ کے صرف چند کمالات و معمولات ذکر کرتے ہیں، زیادہ تفصیل اور معمولات کے لئے اگر خدا توفیق دے تو تم ''اشرف السوانح'' دیکھنا، یہ کتاب حضرت حکیم الامتؒ ہی کی زندگی میں آپ کے عاشقِ زار خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے تالیف فرمائی ہے جو ایک انگریزی داں بڑے عہدہ دار افسر اور بی اے، ایل ایل بی، تھے اور حضرت تھانویؒ کے مرید اور خلیفہ بھی تھے۔ جو چند واقعات اور معمولات ہم ذکر کر رہے ہیں اُن سے تمہیں ایک اندازہ ہو جائے گا اور اگر تم نے ان کو اپنی زندگی میں داخل کرلیا تو ان شاء اللہ تمہاری دنیا و آخرت دونوں سنور جائے گی۔

توکل واستغناء

حکیم الامتؒ کی طرح عظیم الشان دینی، علمی اور ملی خدمت کوئی شخص اس وقت تک نہیں انجام دے سکتا جب تک کہ اس کا قلب توکل اور استغناء کی دولت سے مالا مال اور حرص وطمع کی پلیدگیوں سے پاک نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان صفات سے ایسا بھرپور نوازا تھا کہ اللہ کی ذات کے سوا کسی پر آپ نے کبھی توکل اور اعتماد نہ کیا اور دنیا کی بڑی سی بڑی آرائش وزیبائش اور مال ودولت وزخارف کو چھوٹی آنکھوں بھی حرص وآز کی نگاہوں سے نہ دیکھا۔ اسی وجہ سے دربار اشرفی میں بڑے بڑے امراء اور رؤسا سر تسلیم خم کئے مؤدب رہا کرتے تھے اور اگر کبھی کسی سے کوئی بے عنوانی سرزد ہوئی تو ایسی جراحت کی گئی کہ پھر ہمیشہ کے لئے فاسد مادہ یکسر معدوم ہوگیا۔ اس قسم کے آپ کے بہت سے واقعات ہیں، میں یہاں پر ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

ایک مرتبہ کہیں سے آپ کی خدمت میں تین سو روپئے (آج کل کے حساب سے تقریباً پانچ ہزار) کا منی آرڈر آیا اس میں لکھا ہوتھا۔

"میں نے ایک منت مانی تھی کہ اگر کاروبار میں کامیابی ہوگی تو تین سو روپیہ حضرت والا کی خدمت میں بھیجوں گا چنانچہ حسبہ مرسل خدمت ہیں۔ آپ مالک ہیں جہاں چاہیں صرف فرمائیں"۔

حکیم الامتؒ نے اصول کے خلاف پاتے ہوئے اس خطیر رقم کے منی آرڈر کو یہ لکھ کر واپس کر دیا کہ۔

"پہلے تم نے لکھا ہے کہ "آپ مالک ہیں" بعد کو اختیار خرچ کرنے کا دیا ہے اور یہ صیغہ "توکیل" کا ہے چونکہ مالک بنانے اور وکیل بنانے میں شرعاً فرق ہے لہٰذا واپس کیا جاتا ہے"۔

یہ ہے اتباع سنت اور توکل واستغناء کی شان کہ ایک خطیر اور بڑی رقم بھی جب اصولِ شریعت کے خلاف موصول ہوتی ہے تو آپ نے اُس کو بے دریغ واپس کر دیا۔

فکر آخرت

آپ فکر آخرت کی تصویر مجسم تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، آپ سہارنپور سے کانپور تشریف لے جا رہے تھے کچھ گنے ساتھ تھے آپ نے قانون کے تحت ان کو تلوانا چاہا تو اسٹیشن کے غیر مسلم ملازمین نے جو آپ کے معتقد تھے عرض کیا کہ آپ یونہی لے جایئے تلوانے کی ضرورت نہیں ہم گارڈ سے کہہ دیں گے، آپ نے فرمایا یہ گارڈ کہاں تک جائے گا؟ اُنہوں نے عرض کیا غازی آباد تک ''ارشاد ہوا'' غازی آباد سے آگے کیا ہوگا؟ عرض کیا گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا، پھر آپ نے سوال کیا پھر آگے کیا ہوگا؟ جواب ملا ''وہ کانپور تک پہونچا دے گا اور وہاں آپ کا سفر ختم ہوگا'' اس پر حضرت نے فرمایا: نہیں، وہاں سفر ختم نہیں ہوگا، آگے ایک سفر آخرت کا بھی ہے، وہاں کا کیا انتظام ہوگا؟ بس یہ سننا تھا کہ سب دنگ رہ گئے کہ

ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اسکے حکموں کی پابندی کرتے رہتے ہیں جن کو ہمہ وقت آخرت کی فکر دامنگیر رہتی ہے۔

عزم واستقامت

آپ کے عزم وارادہ اور ثبات واستقامت پر کسی بڑی سے بڑی چیز کا بھی کوئی اثر نہ ہوتا تھا اور نہ ہی عمر کا تقاضا اور طبعی کمزوری رکاوٹ بنتی تھی۔ ایک مرتبہ برسات کا موسم ختم ہونے کے بعد سہارنپور اور مظفر نگر کے اطراف میں ایسی بے موسم کی مگر سخت بارش ہوئی کہ جیسے آسمان سے پانی کے دریا بہا دیئے گئے ہوں۔ تھانہ بھون بھی اس کی نشیب میں تھا وہاں کوئی پختہ سڑکیں تو تھیں نہیں، معمولی کھڑنجے کی سڑکیں تھیں جن پر بارش زیادہ ہونے کی وجہ سے ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ اوپر پانی بہہ رہا تھا۔ حضرت تھانوی کے مکان سے مسجد کوئی ڈیڑھ دو فرلانگ

کے فاصلے پر تھی، مکان سے مسجد تک پہونچنے کا کوئی ایسا راستہ ہی نہ تھا جس پر گھٹنے گھٹنے پانی نہ بہہ رہا ہو، خانقاہ میں بڑے بڑے عالم، فاضل، مرید مہمان موجود مگر ان میں سے اکثر نے اپنی اپنی جگہ ہی مختصر سی جماعتیں کر ڈالیں کہ رات کے اندھیرے میں موسلا دھار بارش میں مسجد کے اندر کون جائے، اگر اس عالم میں مسجد تک جانے والا نکلا تو وہ صرف ۷۲ سالہ بوڑھے وجواں ہمت حضرت تھانویؒ تھے۔ عشاء کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھ کر اسی موسلا دھار بارش میں پانی کو چیرتے ہوئے واپس گھر پہنچے اور جب صبح ہوئی تو بارش کی شدت اتنی بڑھی کہ لوگ ''الاماں والحفیظ'' پکار رہے تھے اور خانقاہ والوں کے لئے سائبان کے سایہ میں چند منٹ چل کر مسجد کے دالان تک پہنچنا دشوار ہو رہا تھا مگر یہ پیر مرد لنگ چڑھائے اور ایک مضبوط ڈنڈا تھامے پانی کو چیرتے پھاڑتے مسجد میں پہونچ رہے۔ ایسے اللہ والوں کی صحبت میں دین کی روح اور استقامت کی دولت ملتی ہے جس سے انسان کی زندگی بن جاتی ہے۔

کرامتیں

دیکھو، کرامتوں کے ذکر سے تم یہ نہ سمجھ لینا کہ کرامت بزرگی کا کوئی اہم رکن اور اُس کے لئے کوئی ضروری یا غیر ضرورض شرط ہے کہ جس سے کوئی کرامت نہ ظاہر ہوا گرچہ وہ اتباع سنت میں کامل ہو وہ بزرگ نہیں ہے یا جس سے کم کرامتیں ظاہر ہوں وہ چھوٹا بزرگ اور جس سے زیادہ کرامتیں ظاہر ہوں وہ بڑا بزرگ ہے تو یہ یاد رکھو کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

بزرگی کا دارومدار کرامت یا کشف والہام پر نہیں ہے بلکہ بزرگ اور ولی ہونے کا دارومدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور پیروی ہے جو شخص جتنا بھی سنت کا متبع اور پیروکار ہوگا اُس کے افعال واعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال سے جتنا مشابہ ہوں گے اور وہ صحابۂ کرامؓ کے نقش قدم پر جتنا ہی زیادہ گامزن ہوگا وہ شخص اتنا ہی بڑا

بزرگ اور ولی ہوگا، خواہ اس سے ایک بھی کرامت اور کشف والہام کی ایک بھی بات ظاہر نہ ہو اور اگر کسی سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوں اور کشف والہام کی اس پر اندھادھند بارش ہو رہی ہے لیکن اس کا عمل طریق سنت سے ہٹا ہوا ہے اور اس کا طریقہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہو، اس کے اعمال وافعال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے لگّا نہ کھاتے ہوں تو وہ شخص ہرگز ہرگز بزرگ اور ولی کہلانے کے لائق نہیں بلکہ ممکن ہے کہ وہ مکّار شعبدہ باز اور دغاباز جادوگر سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا ہو۔ بہرحال یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بزرگی کے لئے کرامت کوئی ضروری چیز نہیں ہے اور نہ تو یہ بزرگی کی نشانی ہے اگر کسی متبع سنت شخص سے کوئی کرامت ظاہر ہو تو بے شک وہ مقبول ہے اور انعام الٰہی ہے۔ لیکن یہ بات اپنے دل کی گہرائیوں میں بٹھالو کہ ہزاروں کرامتوں کے ہوتے ہوئے بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹا ہوا ہے تو اُس کی کرامت کا کچھ بھی اعتبار نہیں، اور محض اس کرامت کی وجہ سے ایسے شخص کو ہرگز ولی اور بزرگ

نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید
خلاف پیمبر قدم جو بھی اٹھائے گا
کوئی منزل نے دیکھے گا کوئی رستہ نہ پائیگا

اب میں آپ کی چند کرامتیں ذکر کرتا ہوں جو وقتاً فوقتاً آپ سے ظاہر ہوئیں۔

ا۔ حکیم الامت نوراللہ مرقدہ کی سب سے بڑی کرامت تو یہی آپ کی بیش بہا تصنیفات وتعلیمات ہیں جو آپ کے ہاتھوں انجام پزیر اور صفحۂ گیتی پر ہویدا ہوئیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے وقت میں اتنی برکت دی تھی کہ وہ خود ایک مستقل عظیم الشان کرامت ہے جس کے نتیجہ میں ایسا جلیل القدر کام اور ایسی عظیم المرتبت خدمت آپ انجام دے سکے، پھر منجانب اللہ ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی تھی کہ آپ کے کام میں کوئی رُکاوٹ پیدا نہیں ہو پاتی تھی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ مثنوی مولانا روم کی شرح

لکھ رہے تھے اور اُس میں آپ کو کبوتر بازوں کے ایک معمول کے معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک کبوتر باز تعویذ لینے آیا اور وہ بات اس سے بآسانی معلوم ہوگئی اسی طرح جس روز خطوط کی بھرمار ہوتی تھی تو اس روز تعویذ مانگنے والے یا تو آتے ہی نہیں تھے یا بہت کم آتے تھے بیشک اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے کام لینا چاہتے ہیں تو اُن کے لئے ایسی غیبی سہولتیں اور امدادیں فراہم کردیتا ہے جو خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتیں۔

۲۔ برادری کی ایک عورت پر جن کا اثر ہوا آپ سے تعویذ کی درخواست کی گئی، چونکہ آپ عامل نہ تھے اور آثار وقرائن سے جن کا قوی اور مضبوط ہونا معلوم ہوگیا تھا اس لئے آپ نے جن کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں یہ لکھا تھا ''اگر تم مسلمان ہو تو میں تم کو قرآن وحدیث کی وہ وعیدیں یاد دلاتا ہوں جو کسی کو ستانے پر وارد ہوئی ہیں اور اگر تم کافر ہو تو اول ہم صلح کی تحریک کرتے ہیں اور اگر تم نہیں ہٹتے تو یاد رکھو کہ ہم میں بعض ایسے بھی ہیں جو تمہارا پورا پورا استیصال کرسکتے ہیں''

جب یہ خط جن کو سنایا گیا تو اُس نے کہا۔ ''یہ ایسے شخص کا خط نہیں ہے کہ اس کا کہنا نہ مانا جائے اچھا لو، میں جاتا ہوں'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

۳۔ ایک شخص کا نام کلیم اللہ تھا وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ بیمار رہتا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس کا نام بدل کر سلیم اللہ رکھا جس کے بعد وہ بالکل تندرست ہو گیا اس نام بدلنے کی وجہ خود آپ ہی نے یہ بیان فرمائی کہ کلیم کے معنی جراحت (یعنی زخمی) کے اس لئے اس کا نام بدل دیا۔

۴۔ ایک صاحب کا لڑکا جو نو، دس سال کا تھا بہت غبی اور کند ذہن تھا آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے مزاحاً وتفریحاً اس کا سر اپنے سر مبارک سے ٹکرا دیا، بس اس کے بعد اس کا ذہن تیز ہو گیا۔

۵۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب کو ایک مرتبہ دو سو روپیہ قرض ہو گیا تھا اور ادائیگی کی فکر لاحق تھی، ایک موقع ایسا آیا کہ اگر اس سے فائدہ اُٹھایا جاتا تو قرض ادا ہو جاتا لیکن عین انھیں دنوں میں مفتی صاحب کا تھانہ بھون جانے کا قصد تھا۔

اِس لئے اس موقع پر روپیہ کا فائدہ نہ حاصل کر کے اور ہمت کر کے حکیم الامت کی خدمت میں حاضری ہی کو ترجیح دی اس زمانہ میں مفتی صاحب کو حکیم الامت نے مجلس میں گفتگو کرنے سے منع فرما دیا تھا جب مفتی صاحب تھانہ بھون تشریف لائے اور سلام کے بعد مصافحہ کیا تو حکیم الامت نے اُن کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تین مرتبہ جوش سے فرمایا: ''دوسو روپیہ بھی کوئی چیز ہے علماء کی جوتیوں کی گرد ہے'' بس شیخ سے یہ جملہ سننا تھا کہ مفتی صاحب کی ساری ذہنی کاوش اور پریشانی رفع ہوگئی۔

۶۔علیگڑھ میں آپ کے ایک معتقد نے نمائش میں دوکان لگائی تھی، ایک روز عین فروخت اور بکری کے وقت ان کے دل میں وحشت اور گھبراہٹ شروع ہوئی اور اُنھوں نے نقصان کا خیال کئے بغیر سامان وقت سے پہلے سمیٹنا اور صندوق میں بھرنا شروع کیا، صندوق بھر چکے تھے کہ نمائش میں آگ لگ گئی اب ان کو بڑی پریشانی ہوئی کہ اکیلے ایسے وزنی صندوق کس طرح اٹھائے جائیں عین اسی پریشانی کی حالت میں

دیکھا کہ حکیم الامت آئے ہیں اور فرما رہے ہیں: ''جلدی کرو'' چنانچہ ایک طرف سے خود اور دوسری طرف سے حکیم الامتؒ نے پکڑ کر ایک ایک صندوق کر کے سارا سامان بچالیا، جب تمام سامان اُٹھ چکا اور محفوظ ہو گیا تو حضرت وہاں سے غائب تھے حالانکہ حضرت اس وقت تھانہ بھون میں تشریف فرما تھے۔

۷۔ حضرت تھانوی مرقدہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کے متوسلین خاتمہ بالخیر کی دولت سے سرفراز ہوتے رہے ہیں۔ آدمی عمر بھر نیک کام کرتا رہے لیکن اگر مرتے وقت اُس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا اور خدانخواستہ کسی وبال کی وجہ سے بے ایمان ہو کر مرا تو اُس کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا ہے اور وہ شخص ہمیشہ کے لئے جہنمی بن جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ساری عمر نیک روی کے ساتھ زندگی گذر کر خاتمہ بھی ایمان کے ساتھ ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کا مستحق اور جنت کا حق دار بنے، یہ خاتمہ بالخیر بہت بڑی نعمت ہے اور سارے اعمال کا مدار اسی پر ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس لازوال دولت سے محض اپنے فضل وکرم سے نوازے۔

معمولات

اب میں آپ کے چند معمولات لکھتا ہوں جو حرز جان بنانے کے لائق ہیں اِن کو غور سے پڑھو اور اِن پر عمل کرنے کی کوشش کرو تمہاری زندگی انشاء اللہ پر لطف اور مزے دار بن جائے گی۔

ا۔آپ جب چارپائی پر کھانا تناول فرماتے تو سرہانے کی طرف کھانا رکھتے اور پائینتی کی طرف خود بیٹھتے کہ کھانے کی بے ادبی کا شائبہ تک نہ ہو(۲) آپ چھڑی کا نچلا حصہ کبھی قبلہ رو نہ کرتے (۳) آپ جب اپنے گھر تشریف لے جاتے تو ہمیشہ یہ معمول تھا کہ پہلے کنڈی کھٹکھٹاتے اور پھر کسی کا نام لے کر پکارتے بھی، اور جب تک آپ کو بلایا نہ جاتا انتظار میں کھڑے رہتے اگر کوئی بچہ بلائے تو اُس کے بلانے کو کافی نہ سمجھتے بلکہ انتظار میں کھڑے رہتے اور جب تک کوئی بڑا نہ بلائے اندر تشریف نہ لے جاتے ،اور چونکہ آپ کو کسی کی ادنیٰ

تکلیف بھی گوارا نہیں تھی اِس لئے اگر عورتیں پردہ کرنے میں جلدی کرتی ہوئی معلوم ہوتیں تو نہایت شفقت کے ساتھ فرمادیتے کہ کچھ جلدی نہیں ہے اطمینان سے پردہ کرلیں میں کھڑا ہوں۔ کسی کے گھر تشریف لے جاتے وقت اگر اندر پہلے سے پردہ بھی ہوتا تب بھی احتیاطاً صاحب خانہ سے فرمادیتے کہ دوبارہ دیکھ لیا جائے کہ پردہ ہے یا نہیں کیونکہ بعض اوقات لڑکیاں یہ سمجھ کر کہ ابھی آنے میں دیر ہے کسی مختصر سی ضرورت کے لئے پھر پردہ سے نکل آتی ہیں، غرض جب بالکل اطمینان ہوجاتا تب مکان کے اندر داخل ہوتے اور پھر بھی صاحب خانہ ہی کو پہلے داخل ہونے کے لئے فرماتے۔

۴۔ آپ ہر چیز کو اپنے ٹھکانے پر نہایت قرینہ سے رکھتے اور جب کوئی چیز کام سے فارغ ہوجاتی تو فوراً اسی وقت سب کام چھوڑ کر اُس کو اپنی جگہ پر رکھ آتے کسی کام کو دوسرے وقت پر نہ ٹالتے، یہ ایسا اصول ہے کہ اس کی بدولت آپ کا قلب ہر وقت فارغ رہتا اور کاموں میں خلط نہ ہونے پاتا نہ چیزوں میں گڑبڑ ہونے پاتی اس میں عین وقت پر تھوڑا سا تعب

ہوتا ہے۔ لیکن پھر بالکل بے فکری ہو جاتی ہے، حضرت والا گھر میں بھی جس چیز کو جہاں سے اٹھاتے پھر وہیں رکھ دیتے تاکہ رکھنے والے کو ڈھونڈنا نہ پڑے، اسی طرح جب مختلف مدّات کی رقمیں آتیں تو فوراً ہی ہر مَد کی رقم اس مد کی تھیلی میں رکھ لیتے اور ان کے متعلق ضروری یادداشت فوراً لکھ لیتے۔

۵۔ آپ کو اس کا خاص اہتمام تھا کہ اگر کسی کے یہاں سے کسی برتن میں یا رومال میں کوئی چیز آتی تو فوراً اُس کو خالی کر کے واپس فرما دیتے۔

۶۔ آپ کٹورے، کٹوریوں، گلاس وغیرہ برتنوں کو استعمال کے بعد اُلٹ کر رکھتے تاکہ چھپکلی چوہا وغیرہ اُن کے اندر ہو کر نہ گذر سکے اور وہ خراب ہونے سے محفوظ رہیں۔

۷۔ آپ عزیزوں اور رشتہ داروں کے گھروں میں بھی اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے (نہ از خود نہ بلانے سے) جب تک اُن گھروں کا کوئی محرم مرد یا شوہر ساتھ نہ ہو۔

۸۔ آپ ہر امانت کو الگ رکھتے کیونکہ مل جانے کی صورت میں شرعاً احکام بدل جاتے ہیں پھر امانت، امانت نہیں

رہتی بلکہ قرض ہو جاتی ہے۔

۹۔ حضرت حکیم الامت کے یہاں علمی و حالی داد و دہش کی تو رات دن ماشاء اللہ گرم بازاری ہی رہتی تھی، مالی اور غیر مالی داد و دہش بھی ہمیشہ بڑے پیمانے پر جاری رہتی تھی چنانچہ آپ کا شروع ہی سے یہ معمول تھا کہ صدقات واجبہ کے علاوہ اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ ہمیشہ مصارف خیر میں صرف فرماتے اور غریبوں محتاجوں کی ضروریات پوری فرماتے۔

۱۰۔ آپ فرمایا کرتے کہ قواعد ضروریہ اور اصول صحیحہ کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو بھی اُن کا ہمیشہ پابند بنائے رکھا۔ چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر قبا میں ایک صحابی سے ملنے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس اصول کے بناء پر، کہ جب کسی کے یہاں جائے تو اُس کے گھر کے باہر سے پہلے تین مرتبہ سلام کر کے اجازت طلب کرے اگر جواب مل جائے اور اندر بلائے جائیں تو چلا جائے ورنہ واپس لوٹ جائے، تین بار باہر سے پکار کر سلام کیا اور آنے کی

اجازت چاہی لیکن اندر سے جب نہ سلام کا جواب ملا نہ کوئی باہر آیا تو آپ واپس تشریف لے چلے، تھوڑی ہی دور پہنچے تھے کہ وہ صحابی دوڑے ہوئے تشریف لائے، اُن کو اس اصول کی اُس وقت تک تحقیق نہیں تھی اس لئے اُنہوں نے قصداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا کہ حضور کی زبان مبارک سے جتنی بار بھی اُن پر سلام پہونچ جائے اُن کے حق میں بہتر اور موجب برکت ہے، کیونکہ سلام بھی دعاء ہے، اُنہوں نے حضور سے یہی عرض کیا اور اپنے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹا لائے۔ تو دیکھئے حضور خود بھی قوانین کے کس قدر پابند تھے کہ تین میل آ کر پھر تین میل واپس تشریف لے جانے پر آمادہ ہو گئے لیکن اس قانون کے خلاف عمل نہیں فرمایا نہ آپ دلگیر ہوئے نہ کوئی شکایت کی۔

۱۱۔ آپ وقتاً فوقتاً اپنی مملوک چیزوں کا جائزہ لیتے رہتے اور اُن میں جو جو چیزیں ضرورت سے زائد نکلتیں اُن کو اپنی ملکیت سے نکال دیتے اور فرمایا کرتے کہ مجھ کو ضرورت سے زیادہ چیزوں کا اپنی مِلک میں ہونا بھی موجب وحشت ہوتا

ہے اور محض اس تصور سے دل پر بھی بار ہوتا ہے کہ بیکار چیزیں میری ملک میں ہیں چاہے مجھ پر ان کی کوئی مؤنت بھی نہ ہو، غرض آپ کو غیر ضروری تعلقات سے طبعاً وحشت ہوتی تھی اور اپنے قلب کو ہمیشہ فارغ رکھتے تھے۔

۱۲۔ حکیم الامتؒ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اتنی قدر تھی کہ حتی الامکان کسی ادنیٰ سی چیز کو بھی ضائع ہونے نہیں دیتے مثلاً ردی لفافوں کو اُلٹوا کر دوبارہ استعمال کے لئے رکھ لیتے، ایک مرتبہ جب سرکاری دفتروں میں کاغذ اور لفافوں کی کفایت کا مسئلہ اوّلاً پیش ہوا تو حضرت کے بھائی صاحب مرحوم ومغفور جناب منشی اکبر علی صاحب جو اس وقت کورٹ شدہ ریاست کے منیجر تھے، انگریز کلکٹر کے سامنے جو ان کا افسر تھا حضرت کے اس لفافے الٹنے کی ترکیب کے مطابق لفافے اُلٹ کر پیش کیے تو اس نے بڑی بڑی تعریف لکھی کہ ہمارے منیجر نے یہ بہت اچھی صورت کفایت کی ایجاد کی ہے اس کو جاری کیا جائے، اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہمارے بعض بھائی مسلمان تو اس پر بخل کا اعتراض کرتے ہیں لیکن ایک انگریز نے اس کی

قدر کی، لیجئے اب تو سفید چمڑی والوں کی بھی جن کی آج کل ہر بات میں بڑی تقلید کی جاتی ہے تصدیق ہوگئی کہ یہ بخل نہیں بلکہ حسن انتظام اور کفایت شعاری ہے۔ غرض مستعمل لفافوں کو آپ اس طرح استعمال میں لاتے اور بقیہ ردی کو ایک بکس میں جمع کرتے جاتے اور جب وہ بھر جاتا تو وہ خواہش مند کو دے دیتے وہ اُس کو پانی میں گلا کر ٹوکری وغیرہ بنا لیتے۔ اسی طرح ستلی، ڈورا، پن، چھوٹی کیلیں، ٹین، ڈبے، بوتلیں، زنبیلیں وغیرہ وغیرہ جو چیزیں پیکٹوں اور پارسلوں وغیرہ میں سے نکلتیں سب کو بحفاظت رکھتے، ان مستعمل چیزوں کے علاوہ دیگر ضروری اشیاء مثلاً چاقو، قینچی، سوئی، تاگا، گوندانی، ضروری برتن وغیرہ فوری ضرورت کی قریب قریب ساری چیزیں حضرت اپنے پاس خانقاہ میں رکھتے ضرورت پر ضروری چیزیں اپنے پاس ہی نکل آتیں تو حضرت فرمایا کرتے کہ گرہستی کی ضروری ضروری چیزیں میں اپنے پاس بھی رکھتا ہوں گھر کا محتاج نہیں رہتا۔ سبحان اللہ! حکیم الامت کا یہ حکیمانہ طرز عمل ترمذی شریف کی اس حدیث کا کتنا صحیح مصداق ہے

''کان لہ عتاد فی کل شئ ''یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہر ضروری امر کا سامان تھا۔

۱۳۔ کسی کپڑے یا انگلی پر سیاہی وغیرہ کا نشان پڑ جاتا تو آپ کو وہ اس قدر بدنما معلوم ہوتا کہ اُس کو خاص اہتمام کے ساتھ دھوتے، جب زکام ہوتا تو رومال کے ایک گوشہ میں میں گرہ لگا لیتے اور اسی طرف کے گوشہ سے ناک صاف کرتے تاکہ کل رومال آلودہ نہ ہو اور جو گوشہ آلودہ ہوا ہے وہی آسانی کے ساتھ دھولیا جائے۔

ارشادات وتعلیمات

اب تمہارے سامنے بطور نمونے کے گلشن اشرفی کے سدابہار پھولوں کا ایک حسین گلدستہ پیش کرتا ہوں تاکہ اس کی مہک سے تم اپنے دماغ کو معطر اور دل کو روشن اور منور کرلو۔

۱۔فرمایا عذاب آخرت کا مراقبہ (یعنی دھیان کرنا) تمام پریشانیوں سے نجات دینے والا ہے۔ اس سے کلفت اور کدورت نہیں ہوتی بلکہ اسی فکر سے قلب میں نورانیت وانشراح ہوتا ہے۔

جس کا راز یہ ہے کہ اس فکر سے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور تعلق ہوجاتا ہے اور تعلق مع اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوجانا) تمام پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔

۲۔جس کی غیبت کرے اُس کو اپنی حرکت سے اطلاع کردیا کرے تھوڑے دن اس پر مداومت سے ان شاء اللہ یہ مرض (یعنی غیبت کرنے کا مرض بالکل دفع ہوجائے گا۔لیکن

جس سے معافی چاہے اس کو غیبت کی تفصیل بتلانا کہ یہ برائی کی ہے) ایذا دینا ہے اس لئے اجمالاً یوں کہنا کہ میرا کہا سنا معاف کر دینا کافی ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے غیبت کی تھی اُن کے سامنے ان کی مدح وثنا کرے اگر بات جھوٹ نہ ہو بلکہ سچ ہو تو یوں کہہ دے کہ فلاں بات جس کی بنا پر غیبت ہوئی تھی، پر اعتماد کر کے فلاں شخص سے بدگمان نہ ہونا کیونکہ خود مجھے اس بات پر اعتماد نہیں رہا۔ (یہ تو یہ ہوگا کیونکہ سچی بات پر بھی اعتماد قطعی بغیر وحی کے نہیں ہوسکتا) اگر وہ شخص جس کی غیبت کی تھی مر گیا تو اس کے لئے دعا اور استغفار کرتا رہے یہاں تک کہ یہ یقین ہو جائے کہ اب وہ راضی ہوگیا۔

۳۔ جس وقت غصہ آئے امور ذیل کی پابندی کرے اور سوچے (۱) میں بھی حق تعالیٰ کا خطاوار ہوں اگر وہ بھی اس طرح غصہ کریں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہو (۲) اگر میں اس کو معاف کر دوں تو اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف کر دیں گے (۳) ایسے وقت فوراً کسی کام میں لگ جائے خصوصاً مطالعہ کتب میں

(۴) اس جگہ سے ہٹ جائے (۵) اعوذ باللہ کثرت سے پڑھے (۶) پانی پی لے (۷) وضو کر لے۔

۴۔ جس کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو اس کا عجیب وغریب علاج یہ ہے کہ جس سے کلام کرے اس سے پہلے کہہ دیا کرے کہ ''میری عادت کثرت سے جھوٹ بولنے کی ہے'' تھوڑے دنوں کی مداومت میں ان شاء اللہ یہ عادت چھوٹ جائے گی۔

۵۔ فرمایا تم اپنی طرف سے بلا تجویز کرو نہ راحت، بلکہ وہ (اللہ تعالیٰ) جو تجویز کر دیں اس پر راضی رہو۔ حضرت، یہ نسخہ اکسیر ہے جس سے نہ اہل دنیا کو استغنا ہے نہ اہل دین کو، نہ علماء کو استغناء ہے نہ عرفاء کو بلکہ تمام عالم اس کا محتاج ہے۔

۶۔ اسراف اور فضول خرچی سے بچنے کی تدبیریں یہ ہیں (۱) اہل اللہ کا مذہب (طریقہ) رکھو، وضعدار لوگوں کا مت رکھو، رسم ورواج کے ذرا بھی مقید نہ بنو (۲) بلا ضرورت ہرگز مقروض نہ بنو گو رسم ورواج کے خلاف کرنا پڑے (۳) سب سے پہلے انتخاب گھر کا کرو جتنی چیزیں کام آتی ہوں رہنے

دو اور جتنی چیزیں کام میں نہ آئیں خارج کر دو یا بیچ دو یا مسکین کو دے دو، نفلی صدقہ دینے کی ہمت نہ ہو تو زکوٰۃ ہی میں دے دو (۴) گھر کا معائنہ کیا کرو گھر میں بہت سی چیزیں ایسی ہوں گی جو سڑ رہی ہوں گی، کسی کو دیمک لگ رہی ہو گی ایسی چیزوں کو اپنی ملک سے خارج کر دو تا کہ گھر میں رونق ہو (۵) روزمرہ معاشرت (رہن سہن) میں یہ مقرر کر لو کہ جو کام کرو سوچ کر کرو بے تامل مت کر ڈالو (٦) کسی کے کہنے سے کوئی کام مت کر ڈالو (یعنی مروۃً جب کہ اپنے پاس اس کی گنجائش نہ ہو) بس اپنی رائے پر یعنی اپنی مالی گنجائش کا اندازہ لگا کر عمل کرو۔

۷۔ موَحِّد (یعنی اللہ کو ایک ماننے والے یعنی مومن) کو ایسا آرام ہوتا ہے جیسا بچہ کو ماں کی گود میں اطمینان ہوتا ہے، بچہ ماں کی گود میں جا کر بے فکر ہو جاتا ہے۔ بس اب کسی کا خوف نہیں۔

۸۔ حُب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت شیخ (پیر کی محبت) مفتاح سعادت ہے۔

۹۔ میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو

عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ بذریعہ کتابت ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس سے کہ کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہوسکے جن کی آج کل بے حد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

۱۰۔ دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں (ا) شہوت وغضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں (ب) تعجیل (جلد بازی کرنا) نہایت بُری چیز ہے (ج) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں (د) غیبت چھوڑ دیں (ھ) کثرت کلام (یعنی زیادہ بولنا) اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاط خلق (یعنی لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا) بلا ضرورت شدیدہ وبلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جب کہ دوستی کے درجہ تک پہونچ جائے، پھر خصوص جبکہ ہر کس وناکس کو راز دار بھی بنالیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔ (و) بدوں پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھایا جائے (ز) بدوں سخت ضرورت کے قرض نہ لیں (ح) فضول خرچی

کے پاس نہ جائیں) (ی) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں (ک) سخت مزاجی اور تند خوئی کی عادت نہ کریں۔ اور ضبط وتحمل کو اپنا شعار بنائیں (ل) ریا وتکلف سے بہت بچیں اقوال وافعال میں بھی، طعام ولباس میں بھی (م) مقتداء (جو لوگوں کا پیشوا ہو) کو چاہئے کہ امراء سے نہ بد خلقی کرے نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے (ن) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔ (س) روایات وحکایات (کے بیان کرنے اور سمجھنے میں) بے انتہاء احتیاط کریں۔ اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں خواہ نقل کرنے میں (ع) بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت وتجویز طبیب حاذق وشفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں (ف) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی سے احتیاط رکھیں (ص) حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں (ق) تعلقات نہ بڑھائیں (ر) کسی کے دنیوی معاملات میں دخل

نہ دیں۔

۱۱۔ خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتماد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نمازوں کے وقت نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسب وعدہ یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے۔ اور اسی کے ساتھ میں اپنے لئے بھی اس دعاء کے لئے درخواست کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی ایمان پر خاتمہ فرمائے۔

آہ! کہ گلستان محمدی کا یہ گل سرسبد اور گلشن دیوبند کا یہ سدا بہار پھول سہ شنبہ کو عشاء کے وقت ۱۶/و ۱۷/رجب ۱۳۶۲ھ کی درمیانی رات مطابق ۲۰/جولائی ۱۹۴۳ء کو بیاسی سال تین ماہ گیارہ دن تک اپنی دلربا مہک سے ایک عالم کو معطر کر کے ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ ان کو اپنی وسیع اور بے پایاں رحمت میں مستغرق فرمادے

ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھی مرنے والے میں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اور

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

سید محمد غیاث الدین غفرلہ
دوسونتی، سید اباد۔ ضلع الہ آباد
۲۵/۵/۱۳۹۵ھ
مطابق ۶/۶/ ۱۹۷۵ء
جمعہ

تصانیف

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری الہ آبادی

۱	تفسیر تبیان القرآن	۶۰۰
۲	اسلامی عقائد	۲۰۰
۳	امثال القرآن	۶۰
۴	البلاغت	۱۰۰
۵	تسہیل الاصول	۲۰۰
۶	تعلیمات سیرت (اردو)	۶۵
۷	سنت وبدعت (حقائق اور واقعات کی روشنی میں)	۲۸۰
۸	حکیم الامت	۳۵
۹	سوانح مسیح الامت	۲۲۵
۱۰	املاء وترقیم	۳۰
۱۱	ترقی کا راستہ ہندی	۳۰
۱۲	میں نماز کیوں پڑھتا ہوں؟	۲۰
۱۳	لذت سحر (تہجد کے فضائل)	۳۰
۱۴	تحفۂ خطابت	۲۰
۱۵	گلدستۂ تقریر	۲۰
۱۶	توبہ واستغفار	۳۰
۱۷	حقوق العباد	۳۰
۱۸	دین کامل (اردو)	۱۴۰
۱۹	دین کامل (ہندی)	۱۲۰
۲۰	سیرت اسعد (حضرت مولانا اسعد صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کی سوانح)	۲۵۰
۲۱	اصلاحی بیانات (جلد اول) (حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری)	۳۰۰